International Journal of Islamic Studies & Culture *ISSN-2709-3905*
http://ijisc.com.pk/index.php/IJISC/issue/view/192 *PISSN2709-3891*
(Volume.4, Issue.2 (2024)
(April-June)

رواداری کی معاشرتی اقدار اور عصری تقاضے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

Social Values and Contemporary Demands of Tolerance in the Light of Islamic Teachings)

Muhammad Shakeel
MS Scholar, Islamic Studies, HITEC University, Taxila, Cantt, Rawalpindi at-
mshakeel11073@gmail.com
Dr Jawaad Hasseb
Lecturer, Islamic Studies, HITEC University, Taxila, Cantt, Rawalpindi at-
jawaad.haseeb@hitecuni.edu.pk

Abstract

The comprehensive teachings of the religion of Islam require that they reach every member of the society without discrimination of color, race and religion. From the beginning of the revelation, this comprehensive message of Islam was spread by the Messenger of Allah (PBUH) through tolerance in the Makkah and Madani periods. He tried to convey to every member of the society in a good way and achieved enough success that the people of that period saw the social values of tolerance prevailing in their environment.At present, the kind of social deterioration that is being found in our country and there are attitudes like inflation and tolerance related to tolerance, it is very important and necessary for all of us to gain awareness of the comprehensiveness of the concept of tolerance in the religion of Islam. What are the commands of the Qur'anic teachings in this regard and what are the practical examples of tolerance found in the life of the Holy Prophet (PBUH) and What is the comprehensive meaning of Islam so that all the forms of tolerance of Islam can be exposed to the youth of Pakistan and they can make their society the best example of social values of tolerance on the basis of these higher teachings.

Keyword: Social values. Contemporary requirements. Tolerance. Islam.

تمہید:

دین اسلام کی جامع تعلیمات اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ وہ معاشرے کے ہر فرد تک بلا تفریق رنگ، نسل اور مذہب پہنچ جائیں،آغاز وحی سے اسلام کے اس جامع پیغام کو رسول اللہ ﷺ نے رواداری کے ذریعے مکی و مدنی دور میں بہت ہی اچھے طریقے سے معاشرے کے ہر فرد تک پہنچانے کو کوشش کی اور کافی حد تک کامیابی بھی حاصل کی کہ اس دور کے لوگوں نے رواداری کی معاشرتی اقدار کو اپنے ماحول میں غالب دیکھا۔

عصر حاضر میں جس طرح کی ہمارے ملک میں معاشرتی ابتری پائی جارہی ہے اور رواداری سے متعلق افراط و تفریط جیسے رویے موجود ہیں،ایسے میں دین اسلام کے تصور رواداری کی جامعیت کا شعور حاصل کرنا ہم سب کے لئے بہت ضروری اور لازمی ہے کہ قرآنی تعلیمات اس حوالے سے کیا احکامات مہیا کرتی ہیں اور سیرت طیبہ ﷺ میں رواداری سے متعلق عملی مثالیں کیا ملتی ہیں،اس کے ساتھ ساتھ ان تمام چیزوں سے پہلے اس بات کا جاننا بھی لازمی اور اہم ہے کہ دین اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں رواداری کا جامع مفہوم کیا ہے تاکہ پاکستان کے نوجوان کے سامنے اسلام کی تصور رواداری کی تمام صورتیں کھل کر سامنے آجائیں اور وہ ان اعلیٰ تعلیمات کی بنیاد پر اپنے معاشرے کو رواداری کی معاشرتی اقدار کا بہترین نمونہ بنا سکے۔

- **رواداری کے لغوی مفاہیم:**

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں لفظ "رواداری" کو لغتِ عرب میں کن کن مطالب و مفاہیم کے لئے استعمال میں لایا گیا ہے۔رواداری کی اصطلاحی مطلب کو بیان کرنے سے پہلے لغت کی مشہور کتابوں سے "رواداری" کی لغوی تعریفات کا جاننا بہت ضروری ہے مندرجہ ذیل میں لفظِ 'رواداری' کے لغوی مفاہیم پر روشنی ڈالی جائے گی۔

علامہ ابن منظور افریقیؒ کی بیان کردہ رواداری کی لغوی تعریف:

ISSN-2709-3905
PISSN2709-3891

لسان العرب لغت کی مشہور ترین تصنیف ہے جس میں علامہ ابن منظور الافریقیؒ (1233ء-1312ء) نے بہت ہی جامع انداز میں لکھا ہے۔ابن منظورؒ لفظ رواداری کی لغوی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عربی زبان میں ایک لفظ 'مدارۃ' بولا جاتا ہے جو کہ خالصتاً رواداری کے لئے بیان کردہ مفاہیم کے لئے استعمال میں لایا جاتا ہے،یعنی انسان اپنے معاشرے میں رہتے ہوئے رواداری سے متعلق عملی جہتیں اپنے پیش نظر نہ رکھے تو اس کے عمل کے نتائج اچھے نہیں ملتے اور نہ ہی انسانی معاشرے میں اسلام اس انداز میں رواداری کے ذریعے اعلیٰ اخلاق و کردار کا نمونہ پیش کر سکے گا،رواداری کو زندگی کے ہر میدان میں لانا ہی اصل میں اسلام کے ہر دور میں پیش نظر رہا ہے اور عصر حاضر میں بھی اسی تناظر میں دین اسلام کے حاملین اس پیغام امن کو سامنے رکھ کر امور سرانجام دیں گے۔علامہ منظور افریقیؒ مزید اس لفظ کا لغوی مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

"اچھے اخلاق سے پیکر ہونا اور گفتگو، عملی جہتوں میں اور زندگی کے ہر میدان میں نرم روی اختیار کرنا"[i]

گویا ابن منظور الافریقیؒ کے نزدیک رواداری نام ہے اچھے اخلاق کے ساتھ نرم روی کو اختیار کرتے ہوئے اعلیٰ سے اعلیٰ زندگی بسر کرنا، چاہے وہ انسانی زندگی کا کوئی بھی شعبہ ہو اس میں حسن خُلق کا مظاہرہ کرنا تاکہ انسانی سماج کی اچھی تصویر پیش کی جا سکے۔تمام ماہرین عمرانیات اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ انسان معاشرے میں رہتے ہوئے اپنے اخلاق اور نرم رویوں کے ذریعے سے وہ معاشرہ اعلیٰ اخلاق و کردار کی ایسی تصویر پیش کرتا ہے کہ حقیقت میں وہ معاشرہ جنت نما لگ رہا ہوتا ہے۔

جامع اللغات میں خواجہ عبدالمجیدؒ کی بیان کردہ رواداری کی لغوی تعریف:

جدید ماہر لغت و لسانیات خواجہ عبدالمجیدؒ (1885ء-1992ء)[ii] نے اپنی مشہور زمانہ لغت کی کتاب 'جامع اللغات' میں اس رواداری کی لغوی تعریف پر روشنی ڈالتے ہوئے بڑا واضح انداز میں لکھا ہے کہ اس لفظ کا مطلب ہوتا ہے بے تعصب نظریات کو انسانی معاشرے میں تمام انسانوں کے لئے جائز رکھنا اور انسانی سماج میں فرد انسانی خوش اخلاق کے ساتھ معاشرتی حقوق کی ادائیگی کے تناظر میں برابری کی بنیاد پر زندگی گزاریں، چنانچہ جامع اللغات میں لفظ رواداری کو اسی معنوں میں خواجہ عبدالمجیدؒ نے لکھا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رواداری کا مطلب ہوتا ہے:

"رواداری کا مطلب ہوتا ہے تعصب سے خالی اور خوش اخلاق والے رویوں پر مبنی جدوجہد کا نام، مزید لکھتے ہیں کہ اس کا معنٰی یہ بھی ہوتا ہے کہ لوگوں کے مخالف نظریات کو برداشت کرتے ہوئے رواداری کی اساس پر رعایت برتنا اور ان کو بغیر کسی فساد کے جائز قرار رکھنا، رواداری کہلاتا ہے"[iii]

خواجہ مرحومؒ کی بیان کردہ رواداری کی مثالی لغوی تعریف میں بڑی بنیادی سی تعلیم دی جا رہی ہے کہ اسلامی تعلیمات کسی بھی مخالف نظریات والی جماعتوں اور دیگر مذاہب کے ساتھ تعصب کا شعور نہیں دیتیں بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ خوش اخلاقی جیسے رویوں کی بنیاد پر مل جل کر رہنے کا درس ہی اصل میں الٰہی تعلیمات کا نتیجہ ہے اور اسی کا ہی خاص طرہ امتیاز ہے۔دین اسلام نے کبھی بھی اپنے ماننے والوں کے اندر تنگ نظری پیدا نہیں کی اور نہ ہی اسلام یہ چاہتا ہے، بلکہ اسلام تو سہولیات پیدا کرنے والا دین ہے اور بلا کسی جبر و اکراہ کے انسانی سماج میں اپنی مضبوط دعوتی حکمت عملی کے ذریعے کردار ادا کرتا ہے۔قرآن کی تعلیمات اور خاص طور پر اللہ رب العزت کی پیش کردہ تمام تر تعلیمات ان تمام انسانوں کے لئے شفاء اور رحمت ہیں جو اللہ تعالیٰ کی احکامات پر رواداری کے اصولوں کے سامنے رکھ کر عمل پیرا ہوں، اسی بات کی طرف قرآن بھی رہنمائی فرماتا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

" وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا"[iv]

ترجمہ: "اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں کہ وہ ایمانداروں کے حق میں شفا اور رحمت ہیں"

❖ **رواداری کی اصطلاحی تعریفات:**

جیسا کہ میں اوپر کے صفحات میں اس چیز پر روشنی ڈال چکا ہوں کہ لفظ 'رواداری' کے لغوی معنٰی کیا ہیں، اور اس بات پر بھی کامل رہنمائی نظر آئی کہ یہ لفظ اپنے لغوی مفاہیم کی بنیاد پر بڑا جامع اثر رکھتا ہے۔حقیقت یہی ہے کہ یہ لفظ اپنی جامعیت میں اسلامی تعلیمات کا ایک اہم ترین حکم ہے، لیکن صرف لغوی مفاہیم جاننے سے اس لفظ کی جامعیت سمجھ میں نہیں آئے گی، جب تک ہم رواداری کے اصطلاحی مفاہیم اور تعریفات پر تحقیقی گفتگو نہیں کریں گے۔اس لئے مندرجہ ذیل میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس لفظ کے اصطلاحی مفاہیم پر بات کی جائے گی۔

رئیس احمد جعفریؒ کے مطابق رواداری کے اصطلاحی معنٰی:

برصغیر پاک وہند کے عظیم ماہر قانون، مترجم اور اردو زبان کی کئی کتابوں کے قابل ترین مصنف جناب رئیس احمد جعفریؒ(1968ء-1914ء)[v] نے اسلام کے اس عظیم حکم کے اصطلاحی مفاہیم پر یوں روشنی ڈالی ہے کہ اس کا مطلب ہوتا ہے دوسرے انسانوں کے نظریات کو برداشت کرنا اور بغیر کسی جبر اور تشدد کے انسانی سماج میں اپنے مخالف فکر لوگوں کے ساتھ احسن طریقے سے زندگی بسر کرنا، چنانچہ وہ اپنی مشہور زمانہ کتاب 'اسلام اور رواداری' میں رواداری کی اصطلاحی تعریف یوں کرتے ہیں کہ:

"جن افراد کے خیالات و نظریات آپ کے مسلک کے حوالے سے متضاد ہوں یا مخالف ہوں،
ہم ان کے اس طرح کی تعلیمات کو وسعت نظر سے سنیں، برداشت کریں اور صبر و تحمل کا مظاہرہ کریں۔
اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم اپنے آپ کو عدم برداشت جیسے نظریات سے بالکل الگ رکھیں اور لوگوں
کو برداشت کریں، یہی رواداری ہے۔ مزید یہ کہ ان کے مخالف نظریات سے ان کو روکنے کے لئے کسی بھی
قسم کا جبر کا راستہ اختیار نہ کیا جائے اور نہ ہی ان کے عقائد و نظریات کو تبدیل کرنے میں زبردستی نہ کی جائے،
اسی طرح نہ ہی ان کے مذہبی معاملات میں جبراً مداخلت کی جائے۔"[vi]

رئیس احمد جعفریؒ کی بیان کردہ رواداری کی اصطلاحی تعریف سے یہ بات سمجھ آرہی ہے کہ دین اسلام کی جامع ترین تعلیمات رواداری جیسی اعلیٰ ترین حکمت عملی کو اختیار کرتے ہوئے انسانوں کے مابین پیار، محبت اور الفت جیسے جذبات کو فروغ دینا ہے نہ کہ لڑائی جھگڑے پیدا کر کے انسانی معاشروں میں فساد برپا کرنا ہے۔ اسلام کبھی بھی اپنے سے مخالف لوگوں میں فساد کی بات نہیں کرتا اور نہ ہی جبر و تشدد کی بنیاد پر معاشرے میں اپنی تعلیمات کو پھیلاتا ہے، اسلام امن و سلامتی کا پیکر ہے اور یہ سارے کا سارا رواداری جیسی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ہی ممکن ہو پاتا ہے۔ جسے سید جعفری صاحبؒ نے بڑے اچھے انداز میں واضح کر دیا ہے کہ اسلام کی عالم گیر تعلیمات اور ہمہ گیر تعلیمات اصل میں اسی حکمت عملی کے ذریعے انسانی سوسائٹی میں غالب آسکتی ہیں۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی کے مطابق 'رواداری' کے اصطلاحی معنٰی:

ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ(2015ء-1932ء)[vii] اپنی مشہور ترین کتاب "تفسیر المنیر"[viii] میں لفظ رواداری کے حوالے سے بالکل واضح لکھتے ہیں کہ اسلام اپنی جامعیت کی وجہ سے ایسے ہی عالم گیر نہیں بنا بلکہ رواداری جیسی مثالی تعلیمات کی وجہ سے گلوبل مذہب بنا ہے، وہ مزید رہنمائی کرتے ہیں کہ اسلام جبر اور تشدد کا قائل نہیں ہے اور نہ ہی زبردستی انسانوں کو اپنے ساتھ جوڑتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ رواداری کی اصطلاحی تعریف بیان کرتے ہوئے اپنی اسی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ:

"اور کسی کو بھی اسلام میں داخل کرنے کے لئے جبر اور زبردستی نہ کی جائے، کیونکہ یہ انسان
کے دل کی کیفیت کا نام ہے اور انسانی دلوں کی کیفیات کو کبھی بھی جبر اور زبردستی کی
بنیاد پر تبدیل نہیں کر سکتے، قلبی اطمینان اور سکون پیار اور محبت سے بات چیت کرنے سے
ہی ملتا ہے نہ کہ جبر اور تشدد کی بنیاد پر، یہی اسلام کا نظریہ رواداری ہے"[ix]

ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ کی بیان کردہ رواداری کی اصطلاحی تعریف نے انتہائی جامع انداز میں اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا ہے کہ اسلام جبر و تشدد اور زبردستی کا قائل نہیں بلکہ وہ رواداری کے اصولوں کو مدنظر رکھ کر انسانی سماج کی تشکیل نو کی تعلیمات فراہم کرتا ہے، جس میں امن، سلامتی، اتفاق و پیار اور حسن اخلاق جیسی اعلیٰ تعلیمات کے عملی مظاہر نظر آتے ہیں۔ اپنی بیان کردہ رواداری کی اصطلاحی تعریف کو مزید واضح کرنے کے لئے کہ یہ بہت اعلیٰ اخلاق کا عملی نمونہ پیش کرنے کے لئے آتی ہے اس کے لئے قرآن کریم میں موجود دوسری جگہ ایک آیت جس کے اندر رسول اللہ ﷺ کی رحمت اللعالمینی کو رواداری کے ساتھ منضبط کر کے پیش کرتے ہیں کہ اصل میں رسول کریمؐ کی ذات اقدس بھی اس معاملے میں ہماری کامل

رہنمائی کرتی ہے کہ آپؐ کے آس پاس زیادہ تر لوگ آپؐ کے مخالف نظریات کے حامل تھے لیکن آپؐ نے رواداری کو عملی جامعہ پہنانے کے حوالے سے اعلیٰ درجے کا عملی مظاہرہ پیش کیا۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں رواداری کی معاشرتی اقدار:

قرآنی تعلیمات کے روشنی میں رواداری کی معاشرتی اقدار کا جائزہ:

دین اسلام ایک ایسا الٰہی مذہب اور تعلیمات کا مجموعہ ہے جو انسانی معاشرے میں کبھی بھی دوسرے مذاہب کے لوگوں کو غلط اور بُری نگاہ سے نہیں دیکھتا، وہ ہمیشہ اپنے سامنے والے مذہب مخالف لوگوں کو عزت دیتا ہے اور جبر اور اکرہ کا ماحول پیدا نہیں کرتا۔ قرآن پاک نے مذہبی رواداری کے حوالے سے بڑی بنیادی سی تعلیمات کا شعور دیا ہے کہ ایک ہی معاشرے میں رہتے ہوئے مذہبی عقائد پر کسی بھی دوسرے انسان کو زبردستی اپنے عقیدے اور مذہب میں شامل کرنے کی حکمت عملی اختیار نہ کی جائے۔ اس مادی دنیا میں اللہ رب العزت نے انسان کو مکمل اختیار دے کر تخلیق کیا ہے کہ وہ جس فکر و فلسفہ کو اختیار کرے اس کی اپنی چاہت ہے ایسے میں ایک سچا اور وحی الٰہی کا پیکر مذہب کیسے کسی کو زبردستی اپنی طرف قائل کر سکتا ہے، چنانچہ مذہبی روادی کے معاشرتی نتائج واثرات کے تناظر میں قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

" وَقُلِ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکُمۡ ۟ فَمَنۡ شَآءَ فَلۡیُؤۡمِنۡ وَّمَنۡ شَآءَ فَلۡیَکۡفُرۡ "[x]

ترجمہ: "اور کہہ دو کہ سچی بات تمہارے رب کی طرف سے ہے، پھر جو چاہے مان لے اور جو چاہے انکار کردے"

مذکورہ قرآنی آیت میں مذہبی رواداری کے حوالے معاشرتی طور پر ایک عام انسان کو رہنمائی دی جارہی ہے کہ اللہ پاک کی طرف سے سچی ہدایت کے آنے کے بعد اب تمہیں آزادی دی جارہی ہے کہ تم کفر اور اسلام میں سے کسی کو بھی اپنی زندگی کا نصب العین مان لو، اسی آیت کے تناظر میں اسلام کا دعوتی نظام بھی یہی رہنمائی دیتا ہے۔ سید سلیمان ندویؒ (1884ء-1953ء)[xi] نے اپنی مشہور ترین کتاب 'اسلام کا نظام دعوت و تبلیغ' میں انسانی معاشرے میں سچی ہدایت اور جھوٹے راستے کو قبول کرنے اور رواداری کی حکمت کو سامنے رکھنا دونوں کو لازمی اور ضروری قرار دیا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ:

"انسان دنیا میں آزاد ہے تو اسلامی تعلیمات اسے قبول کرنے یا نہ کرنے کے حوالے سے مکمل اختیار دیتی ہیں۔"[xii]

انسانی تاریخ گواہ ہے کہ انسانیت نے اس رواداری کو اپنے اپنے دور میں ایسی جگہ دی رکھی ہے کہ یہ ایک ایسی صفت بن گئی تھی کہ جو بھی انسانی تمدن بنا اس میں اس کا لازمی اور ضروری حصہ ہوتا رہا ہے، انسانوں میں فساد و لڑائی جھگڑے ہمیشہ لوگوں کو اپنے عقیدے اور مذہب کی طرف جبر اور زبردستی کی بنیاد پر لانے کی وجہ سے پیش آتے ہیں۔ قرآن پاک اسی حوالے سے بنیادی رہنمائی فرماتا ہے کہ:

"لَاۤ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ "[xiii]

ترجمہ: "دین میں زبردستی نہیں"

اس قرآنی آیت کے مفہوم کے طور پر یہ ہے کہ دین اسلام کی حقیقی تعلیمات میں اعتقادی، اخلاقی اور عملی نظام وماحول میں لانے کے لئے لوگوں کے ساتھ زبردستی نہ کی جائے۔ اس سے معاشرے میں انتشار پیدا ہوگا جو کہ رواداری کے خلاف چیز ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ اس کا ہرگز مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ کی طرف سے آئی ہوئی حق والی ہدایت اور تعلیم کو ان تک نہ پہچایا جائے، چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

" اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَالۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَجَادِلۡہُمۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ "[xiv]

ترجمہ: "اپنے رب کے راستے کی طرف دانشمندی اور عمدہ نصیحت سے بلا، اور ان سے پسندیدہ طریقہ سے بحث کر"

دیگر مذاہب کے معبودوں پر غیر اخلاقی گفتگو کی ممانعت اور رواداری کی معاشرتی اقدار:

کتاب مقدس قرآن حکیم جہاں دیگر مذاہب اور غیر مسلموں کے سماجی، ساسی، واعتقادی حوالے سے پہلوؤں پر مکمل روشنی ڈالتا ہے وہیں پر ان غیر مسلم اقوام کے ساتھ اچھے اور عمدہ برتاؤ کا بھی شعور دیتا ہے اور اس بات پر اپنے ماننے والوں کو تیار کرتا ہے کہ آپ کے ساتھ رہنے والے دیگر مذاہب اور اقوام کے باشندوں کے خداؤں اور مقدس شخصیات کے بارے کسی بھی قسم کی غیر اخلاقی بات چیت اور منصوبہ بندی کی اجازت نہیں دیتا، چنانچہ اللہ رب العزت قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں کہ :

" وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ "[xv]

ترجمہ:"اور جن کی یہ اللہ کے سوا پرستش کرتے ہیں انہیں برا نہ کہو ورنہ وہ بے سمجھی میں زیادتی کرکے اللہ کو برا کہیں گے "

انسانی معاشرے میں رہتے ہوئے انسان کی فطرت ہے کہ وہ ایک دوسرے کے بارے میں کوئی نہ کوئی خیالات و نظریات رکھتا ہے جس سے اس کی ذہنیت کا اندازہ ہوتا ہے، قرآن پاک اس حوالے سے واضح رہنمائی دے رہا ہے کہ غیر مسلم کے ساتھ کیسے رہنا ہے آپ نے۔

انسانی معاشرے میں اخوت کا تصور اور رواداری کی معاشرتی قدر:

قرآن پاک اپنے ماننے والوں سے اس بات کا تقاضا بھی کرتا ہے کہ رواداری کی تعلیمات کو پیش نظر رکھ کر ایسا معاشرہ تشکیل دیں کے سب انسان آپس میں بھائی بھائی بن جائیں اور وہ انسانی معاشرہ اخوت اور بھائی چارہ کا ایسا ماحول پیش کرے کہ دینا کے تمام انسان اس معاشرے میں رہنے کو ترجیح دیں۔ اور اسلام کی ایسی جامع تعلیمات کی طرف بھاگے آئیں۔ رواداری کی معاشرتی اقدار میں اسلام اور قرآن کے اس اصول نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ رواداری کی سب سے پہلے معاشرتی نتیجے کی جھلک آپس میں انسانیت کا بھلائی اور اخوت والے ماحول کی طرف آنا ہے۔ چنانچہ اللہ رب العزت قرآن پاک میں معاشرتی رواداری کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ :

"وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا"[xvi]

ترجمہ:"اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب کہ تم آپس میں دشمن تھے پھر تمہارے
دلوں میں الفت ڈال دی پھر تم اس کے فضل سے بھائی بھائی ہوگئے،"

انسان جب مل جل کر رہتے ہیں اور آپس میں اتفاق اور پیار و محبت کو بانٹتے ہیں تو ان کے درمیان بھائی چارہ کا ایسا ماحول پیدا ہو جاتا ہے کہ اگر وہ آپس میں ایک نظریے کے نہ بھی ہوں تو پھر بھی وہ اپنے معاشرے میں رواداری کی بنا پر اکٹھے رہ سکتے ہیں۔

قرآن حکیم کا فلسفہ عدل اور انسانی معاشرے میں رواداری کی معاشرتی اقدار:

انسانیت جب سے قائم ہے اسی دن سے اس میں صفت عدل کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ وہ انسانی معاشرہ جہاں عدل کا بول بالا نہ ہو وہاں انسانوں کے آپس میں مخالف یا موافق نظریات کے لوگوں میں رواداری کا قیام عمل میں لاناکافی مشکلات کا باعث بن جاتا ہے۔ قرآن پاک اپنی عدل کی اساسی تعلیمات کی وجہ سے ایسا فکر و عمل کا مظاہرہ کرتا ہے کے مسلمان تو مسلمان غیر مسلم اقوام بھی قرآن کے نظریہ عدل کے گیت گاتے ہوئے نظر آتے ہیں، رواداری انسانی معاشرے میں ایسے ہی نتائج پیدا کرنے کے لئے قرآنی فکر کو پیش کرنے کا نام ہے، جس کا اظہار وہ نظریہ عدل سے کرتا ہے، چنانچہ اللہ پاک قرآن پاک میں رواداری کی اہمیت کے پیش نظر عدل کی تعلیمات کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ :

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭاِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ "[xvii]

ترجمہ:"اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگزنہ چھوڑو، انصاف کرو کہ یہی بات تقویٰ
کے زیادہ نزدیک ہے، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ اس سے خبردار ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔"

قرآن پاک چونکہ تمام انسانوں کے لئے صحیفہ صادقہ ہے اس لئے وہ تمام انسانوں میں عدل کے نظام کے فروغ دیتا ہے، جس کا لازمی اور حتمی نتیجہ اس انسانی معاشرے میں رواداری کا فروغ اور اس رواداری پر مبنی معاشرتی اقدار کا وجود ہے، مندرجہ بالا قرآنی آیت میں اس بات کی وضاحت نظر آرہی ہے کہ انسانیت میں عدل کے قیام کا مقصد اول تمام انسانوں کو بلا تفرقی رنگ، نسل اور مذہب کے رواداری کے اصولوں پر ترقی دینا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی رحمت کا عملی مظاہرہ اور رواداری کی معاشرتی اقدار:

انسانی سماج میں رواداری کا عنصر ایک اہم ترین اصول کا درجہ رکھتا ہے، قرآن پاک نے رواداری سے متعلق تعلیمات میں یہ واضح کیا ہے انسانیت بغیر رواداری کے قیام کے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ قرآن کے اس جامع فکر و فلسفہ پر عملی نظام ہمیں رسول اللہ ﷺ کی بیان کردہ تشریحات اور اور آپؐ کے عمل مبارک میں ملتا ہے جس نے یہ دوٹوک واضح کیا کہ قرآن کی اگر کوئی چلتی پھرتی عملی تفسیر ہے تو وہ رسول اللہؐ کی ذات مبارک ہے آپؐ نے مکی دور نبوت اور مدنی دور نبوت میں رواداری سے متعلق عملی مظاہرہ ایسا پیش کیا کہ اپنے تو اپنے آپ کے مخالف نظریات کے حاملین بھی آپ سے محبت اور پیار کیا کرتے تھے۔ اسی لئے ہمیں قرآن میں بولا گیا ہے کہ :

" لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ "[xviii]

ترجمہ: "البتہ تمہارے لیے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے"

مخلوق سے پیار، محبت اور اچھے اور حسن سلوک سے پیش آنا یہ وہ تمام صفات کاملہ تھیں جو رسول اللہ ﷺ میں موجود تھیں اور آپؐ کی رواداری کے حوالے سے بطور نمونے کے پیش کی جاتی ہیں۔ آپؐ کی رحمت، آپؐ کی تمام تر جدوجہد اور عملی مظاہر اس بات کی طرف کامل رہنمائی دیتے ہیں کہ آپ کا کوئی بھی عمل کسی خاص گروہ یا فرقے یا قبیلے کے لئے نہیں ہوا کرتا تھا، بالکہ تمام انسانوں کے لئے آپؐ کی رحمت کا دروازہ کھلا ہوتا تھا۔ آپ کی رواداری پر مبنی معاشرتی رحمت اللعالمین کی تعلیمات کسی خاص گروہ کہ لئے رواداری کے قیام کے لئے نہ تھیں بالکہ آپؐ کی رواداری پر مبنی تعلیمات تمام انسانوں کے لئے تھیں۔ چنانچہ اس حوالے سے آپ کی ایک حدیث مبارکہ ملتی ہے، جس میں آپؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ :

"وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً، وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً۔"[xix]

ترجمہ: "اور تمام انبیاء اپنی قوم کے لیے مبعوث ہوتے تھے لیکن میں تمام انسانوں کے لیے عام طور پر نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔"

انسانی معاشرے کی فلاح اور رسول اللہ ﷺ کا رواداری کی معاشرتی قدر:

انسانی معاشرے میں افراتفری، انتشار اور بدامنی جیسے برے اخلاق کو رسول اللہ ﷺ نے رواداری کے فطری اصولوں کی روشنی میں حل کیا اور اس بات کی تعلیم اور شعور دیا کہ انسان اپنے معاشرے میں تمام انسانوں کی فلاح و بہبود کا نظریہ رکھے اور ان سب کو کامیاب و کامران بنانے میں اپنا کردار ادا کرے، سیرت طیبہ ﷺ اس حوالے سے رواداری کے ایسے قاعدے اور اصول بتاتی ہے کہ جس کے نتیجے میں اسی انسانی معاشرے میں افراتفری کی بجائے امن کا ماحول پیدا ہو اور انتشار و افتراق کی بجائے اتفاق و پیار کی ہوائیں چلیں اور سارا معاشرہ بلا تفریق رنگ، نسل اور مذہب کے رواداری کو اپناتے ہوئے فلاح کے راستے پر گامزن ہو جائے۔ ارشاد گرامی ہے کہ :

" الدِّيْنُ النَّصِيْحَۃُ"[xx]

ترجمہ: "دین خیر خواہی کا نام ہے"

رسول اکرم ﷺ کے مذکورہ ارشاد میں اصل بات کی طرف شعور دیا جا رہا ہے کہ دین کی تمام تر تعلیمات میں خیر اور بھلائی کے جذبات ہیں اور انسانی اجتماع میں رواداری بنیادی طور پر فلاح و بہبود کے لئے فروغ دی جاتی ہے اور قرآن پاک اور احادیث رسول کا مجموعہ اصل میں رواداری اور تحمل کے ساتھ اس تعلیم کو پیش کرتے ہیں کہ اس مادی دنیا میں بسنے والے تمام انسان چاہے وہ کسی نبی کو مانتے ہوں یا پیروکار نہ ہوں، ان سب کو رواداری کی چھتری کی نیچے رکھ کر معاشرتی فلاح و بہبود دینا سیرت رسول ﷺ کا ہم سب سے بنیادی تقاضا ہے۔ سیرت رسول ﷺ میں انسانوں کے ساتھ بھلائی کی ایک اور مثال بیان کی جاتی ہے کہ آپ اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ کسی بھی انسان کو ذلیل و کمتر نہ سمجھیں، چاہے وہ آپ کا غلام ہی کیوں نہ ہو، چنانچہ اس حوالے سے آپ کی حدیث نقل کی جاتی ہے کہ :

" عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم : إِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ فَمَنْ كَانَ أَخُوْهُ تَحْتَ يَدِه فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ "[xxi]

ترجمہ: "حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تمہارے غلام بھی تمہارے بھائی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے ماتحت کیا ہے،

سو جو تم خود کھاتے ہو اُنہیں بھی وہی کھلاؤ اور جو خود پہنتے ہو اُنہیں بھی وہی پہناؤ۔"

وحدت انسانیت اور سیرت طیبہ ﷺ کا رواداری پر مبنی معاشرتی فلسفہ:

اسلام جس وحدت انسانیت کی بات کرتا ہے اور تصور دیتا ہے اگر آج کی گلوبل دنیا اس کو سمجھ لے تو آج جتنے بھی مسائل ہمیں اپنے معاشرے میں نظر آتے ہیں وہ ختم ہو جائیں، حضور سرور کائنات ﷺ نے اپنی سیرت مین جس وحدت انسانی کی بات کی ہے وہ بالکل قرآنی تعلیمات کی عکاسی کرتی ہیں۔ آپؐ نے خطبہ حجۃ الوداع میں اس وحدت انسانی کی ایسی مثال قائم کی کہ وہ بیان کی گئی آپ کی تعلیم قیامت تک کے انسانوں کے لئے رہنمائی کے لئے کافی رہے گی۔ چنانچہ صحاح ستہ[xxii] کی تمام کتب میں آپ کے الوداعی خطبہ کی اس عبارت کو نقل کیا گیا ہے۔ امام بخاریؒ (870ء-810ء) نے اپنی صحیح بخاری میں آپ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ :

"يأيها الناس إن ربكم واحد وأباكم واحد ألا لا فضل لعربي على عجمي ولا لعجمي على عربي ولا أسود على أحمر ولا أحمر على أسود إلا بالتقوى"[xxiii]

ترجمہ: "لوگو! بے شک تمہارا ربّ ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ ایک ہے، ہاں عربی کو عجمی پر عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب سے۔"

علامہ شبلی نعمانیؒ (1914ء-1857ء) کی ایوارڈ یافتہ کتاب "سیرت النبی"[xxiv] میں رسول اللہ ﷺ کے آخری خطبہ کے تناظر میں مولانا شبلی نعمانیؒ نے بڑی وضاحت کے ساتھ اس بات پر روشنی ڈالی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر رواداری کی عملی مثال دیتے ہوئے وحدت انسانیت کا ایسا سبق دیا کہ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے رواداری کی مثال بن گیا کہ دنیا میں تمام انسان برابر ہیں کسی کو کسی کے اوپر کوئی برتری یا فضیلت نہیں ہے، چنانچہ وہ اپنی سیرت کی کتاب میں لکھتے ہیں کہ :

"رسول خدا ﷺ کا آخری خطبہ انسانی بنیادی حقوق کا وہ عظیم چارٹر ہے جس نے تمام انسانوں کے درمیان رواداری کی اساسی تعلیمات کو متعارف کروایا اور سب کو ایک وحدت کی لڑی میں پرو دیا، یہی اصل میں آپؐ کی جامعیت ہے جس کو آج اختیار کرنی چاہیے۔"[xxv]

❖ رواداری کی معاشرتی اقدار کے تناظر میں عصری تقاضے:

انسانی معاشرہ اور رواداری کے باہمی ربط کے تاریخی حقائق:

انسانی معاشرہ جب سے وجود میں آیا ہے تب سے مختلف رنگا رنگی کے ساتھ حسن کائنات کا مظہر بنا ہوا ہے۔ انسانیت کے اندر اس طرح کے مختلف نسلی، علاقائی، سیاسی، و مذہبی حوالے سے تنوع پایا جاتا ہے۔ اس مادی کائنات کی سب سے اچھی خوبصورتی ہی یہی ہے کہ اس میں باوجود مختلف مزاج کے رویوں کے ہوتے ہوئے پھر بھی یہ انسانی معاشرہ مسلسل تہذیب یافتہ ہوتا چلا جا رہا ہے اور اس اختلاف کے باوجود آگے بڑھ رہا ہے۔ اس ترقی کے پیچھے سب سے زیادہ جس کا کردار ہے وہ ہے رواداری پر مبنی انسانی سوچ، تمام تاریخ دان اس بات کی طرف رہنمائی کرتے ہیں کہ انسانی معاشرہ اور رواداری کا آپس میں بہت زیادہ اور گہرا تعلق ہے۔

عہد حاضر کے عظیم اسلامی مفکر ڈاکٹر خالد علوی[xxvi] اپنی ایک مشہور کتاب "اسلام کا معاشرتی نظام" میں جہاں وہ اس میں رواداری کو انسانی معاشرے میں انسانی اجتماع کے کے تناظر میں لکھ رہے ہیں کہ رواداری ایک انسانی معاشرے میں اس طرح ضروری ہے جیسے انسانی جسم میں خون کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی کتاب میں علوی صاحبؒ لکھتے ہیں کہ انسانی معاشرے میں آپس کے معاملات کو احسن طریقے اور پیار و محبت کو بڑھانے اور اسی طرح مختلف مزاج کے لوگوں کو ساتھ لیکر چلنے کے لئے ایک انسانی اجتماع میں رواداری ہی وہ ایک اہم ترین ہتھیار ہے جس کے ذریعے مختلف طبیعتوں کے لوگوں کو ساتھ لیکر چلایا جاتا ہے، چنانچہ "اسلام کا معاشرتی نظام" میں انسانی معاشرہ اور رواداری کے آپس کی ناگزیریت پر لکھتے ہوئے اسی بات کی طرف نشاندہی کی جا رہی ہے کہ یہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ نہایت ہی مضبوط انداز میں رشتہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ :

"جب سے اللہ پاک نے انسانیت کو اس مادی دنیا میں اپنی صفات کو غالب کرنے کے لئے بھیجا ہے تب سے یہ انسانی اجتماع مختلف فطری اختلافات کے ساتھ مسلسل آگے بڑھ رہا ہے، اس کی سب سے بنیادی وجہ اللہ رب العزت اور اللہ کے رسولوں کی طرف سے رواداری کی تعلیمات کا فروغ ہے، اس لئے انسانی معاشرت اور رواداری کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے، انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ یہ رواداری جیسے اہم ترین خلق کے بغیر آگے ترقی نہیں کر سکتی، اگر رواداری نہ ہو تو یہ انسان آپس میں اختلافات کی وجہ سے وہیں رک جائیں۔"[xxvii]

انسانی معاشرے میں معتدل رویوں کا پیدا ہونا:

انسانی معاشرہ اور رواداری کے باہمی ربط کا سب سے پہلا معاشرتی اثر یہ نکلتا ہے کہ وہ معاشرہ ایسے معتدل رویوں کا حامل ہو جاتا ہے کہ اس میں کسی بھی فکر و فلسفہ کا انسان آرام سے تمام تر سہولیات کے ساتھ زندگی بسر کر سکتا ہے اور یہ معتدل ماحول ہی انسان کو اپنے جیسے دوسرے انسانوں کے ساتھ باوجود مختلف مذاہب و افکار کے ہونے کے ساتھ رہنے کے لئے آمادہ کر دیتا ہے، اسی حوالے سے بیسویں صدی عیسوی کے ایک بہت ہی مشہور ترین عالم دین اور مورخ ڈاکٹر علامہ یوسف القرضاویؒ (2022ء-1926ء)[xxviii] نے اپنی ایک مشہور ترین کتاب "اسلام کا نظریہ اعتدال اور اس کے اہم عناصر" لکھی، اس کتاب میں علامہ یوسف القرضاویؒ انسانی معاشرے میں رواداری کے باہمی ربط سے جو سماج پیدا ہوتا ہے اس کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انسانیت میں رواداری کی اقدار پر عمل پیرا ہونے سے وہ معاشرہ ایک معتدل سوچ پر آ جاتا ہے اور اس معاشرے میں رواداری کی انسانی اقدار ایسے جنم لیتی ہیں جیسے وہ ایک فطری سماج ہو، چنانچہ وہ تناظر میں اپنی اس کتاب میں لکھتے ہیں کہ :

"انسانوں کے درمیان اختلافات کی نوعیت کا پیدا ہونا ایک فطری عمل ہے، اللہ نے انسانوں میں یہ فرق ان کی پیدائش سے رکھا ہوا ہے، اب یہ انسان ہے جو ایسا معاشرہ بناتا ہے کہ اس اختلاف کے ہوتے ہوئے بھی وہ آپس میں رواداری، صبر و تحمل اور برداشت سے ایک معتدل معاشرتی ڈھانچہ ترتیب دینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔"[xxix]

انسانی معاشرے میں عدل وانصاف کے ماحول کا پیدا ہونا:

انسانی معاشرہ اور رواداری کے باہمی ربط کے معاشرتی اثرات میں سے ایک اہم ترین سماجی خلق عدل و انصاف کا پیدا ہونا ہوتا ہے۔ عدل و انصاف کی فضاء کا پیدا کرنا تمام انسانی معاشروں کے سیاسی نظام کا لازمی اور ضروری نتیجہ ہوتا ہے۔ قرآن پاک نے تمام آسمانی کتابوں اور رسولوں کو انسانیت کی طرف مبعوث کرنے کا جو بنیادی مقصد اور ہدف بتایا ہے وہ ہے انسانی سماج میں عدل و انصاف کو قائم کرنا ہے، چنانچہ سورۃ الحدید میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں کہ :

" لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ"[xxx]

ترجمہ: "البتہ ہم نے اپنے رسولوں کو نشانیاں دے کر بھیجا اور ان کے ہمراہ ہم نے کتاب
اور ترازو ئے (عدل) بھی بھیجی تا کہ لوگ انصاف کو قائم رکھیں"

دور حاضر کے مشہور سیرت نگار اور مصنف ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی (2020ء-1944ء) نے اپنی ایک مایہ ناز کتاب "عہد نبوی کا تمدن"[xxxi] میں کسی بھی انسانی تمدن کی تاریخی حیثیت اور اس کے اہم عناصر پر بات چیت کی ہے اور تاریخی اور تمدنی طور پر اس بات کو سمجھانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ ہر دور کے انسانی معاشرے میں رواداری کے باہمی ربط سے جو معاشرہ وجود میں آیا اس میں تمام انسانوں کے لئے عدل و انصاف کو لازمی پیش نظر رکھا جاتا رہا ہے۔ انسانی تمدن کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ ان میں معاشرت کے اعلیٰ اصولوں پر تمدن کی بنیادیں کھڑی کی گئی جس میں اس انسانی تمدن میں عدل و انصاف پر مبنی تعلیمات کو پیدا کرنا اور پھر ان کے مطابق تمام انسانوں کے لئے اس طرح کا ماحول پیدا کرنا ہر قوم کا وطیرہ رہا ہے۔ چنانچہ وہ اس میں لکھتے ہیں کہ :

"عہد نبوی ﷺ کا تمدن ہو یا سابقہ امم و اقوام کا تمدنی معاشرہ، اس میں رواداری کے اصولوں پر تمام انسانوں کے لئے عدل و انصاف کے ماحول کو پیدا کرنا لازمی اور ضروری قرار دیا جاتا رہا ہے جو کہ اس انسانی معاشرے میں رواداری کے باہمی ربط سے پیدا ہوتا تھا"[xxxii]

انسانی معاشرے میں فرقہ واریت کا خاتمہ اور فکری وحدت کا پیدا کرنا:

انسانی تاریخ اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ جس معاشرے میں انسان تقسیم ہو جائیں اور آپس میں فرقوں میں بٹ جائیں وہ انسانی اجتماعات کبھی بھی کامل ترقی کی طرف نہیں جا سکتے وہ ہمیشہ ایک دوسرے کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا کر کے نظریاتی و فکری انتشار پیدا کرتے ہیں۔ اسلام نے رواداری جیسے اہم تصور کو انسانوں کے سامنے اس طرح پیش کیا کہ اس اہم تعلیم کے ذریعے سے انسانوں میں آپس میں اختلافات کم ہوئے اور انسانیت بجائے فرقوں میں تقسیم ہونے کے آپس میں بھائی چارہ جیسے ماحول میں آ گئی، انسانی سماج میں فرقہ واریت اُس زہر قاتل کی طرح ہے جس سے انسانیت تباہ و برباد ہو جاتی ہے، قرآن پاک نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے ایک سماجی خلق کے حوالے سے سورہ طٰہٰ میں ایک آیت میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ :

" اِنِّىْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِىْ"[xxxiii]

ترجمہ: "بے شک میں ڈرا اس سے کہ تو کہے گا تو نے بنی اسرائیل میں پھوٹ ڈال دی اور میرے فیصلہ کا انتظار نہ کی"

مذکورہ آیت کے تناظر میں حضرت ہارون علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کی روشنی میں اس بات کی طرف قرآن بنی اسرائیل کے واقعے کی روشنی میں اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ حضرت ہارون نے نرمی اور پیار کے ساتھ بنی اسرائیل کو سنبھالا، اور حضرت موسیٰؑ کو واضح بتایا کہ میں نے بچھڑے کی پوجا سے اس لئے منع نہیں کیا کہ کہیں بنی اسرائیل پوری قوم فرقوں میں نہ بٹ جائے۔

❖ انسانی معاشرے میں رواداری کی معاشرتی اقدار کے تناظر میں ہمارا کردار

رواداری کی تمام تر بات چیت کے بعد اس بات کی طرف خود ہی ذہن آتا ہے کہ اب اگر آپ کے معاشرے میں رواداری پر مبنی تعلیمات کی روشنی میں ماحول سازگار نہیں ہے تو اس معاشرے کو اپنی اصل پر لانا اس سماج میں بسنے والے تمام انسانوں کی اولین ذمہ داری بنتی ہے کہ اپنے معاشرے کو رواداری کے بنیادی اصولوں کا تعارف کرواتے ہوئے فطرت کی طرف لائیں، اللہ رب العزت نے ہر دور کے انسان کے لئے مسائل کے حل کے لئے اپنی تعلیمات بھیجی ہوئی ہیں، چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ:

"وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى"[xxxiv]

ترجمہ: "اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جو کرتا ہے۔"

سورۃ النجم کی مذکورہ آیت میں واضح ہوا کہ انسانی معاشرے میں عدم رواداری جیسی سماجی بداخلاقیوں کو انسان سب سے پہلے اپنے اندر اس تڑپ اور جدوجہد کو پیدا کرے تب جا کر ان سب کو ختم کرنے میں کامیاب ہو گا اور رواداری کو قائم کرنے میں جدوجہد کرے گا۔

معاشرتی حوالے سے رواداری کی اہمیت اور ضرورت سے ہم خوب واقف ہیں، لیکن صرف علم حاصل کر لینا کافی نہیں ہوتا جب تک اس علم کے مطابق اپنے معاشرے میں رواداری جیسی اعلیٰ معاشرتی اقدار کو غالب نہیں کیا جائے گا، ہماری ذمہ داریوں میں سے یہ بھی ہے کہ اور اس کے لئے انسانی تاریخ گواہ ہے کہ کبھی کوئی طاقت و قوت باہر سے نہیں آتی کہ اس کو ٹھیک کر دے، اس کے لئے خود انسان کو اور قوم کو حوصلہ کرنا پڑتا ہے تب جا کر اللہ پاک بھی اس قوم کی مدد فرماتے ہیں، قرآن پاک اس معاملے میں یوں رہنمائی فرماتا ہے کہ:

"اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ"[xxxv]

ترجمہ: "بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلے"

رواداری کی معاشرتی تعلیمات کے تناظر میں سورۃ الرعد میں مذکورہ آیت میں اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ انسانی اجتماع میں ہمارا کردار اور ہماری ذمہ داری یہ بھی بنتی ہے کہ ہم اپنے ماحول میں رواداری کو قائم کرنے کے لئے خود سے جدوجہد کا راستہ اختیار کریں اور اس حوالے سے آنے والی انسانیت کے لئے نمونہ بنیں نہ کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو دوسروں کے سپرد کر دیں۔

انسانی معاشرے میں رواداری کی ضرورت و اہمیت کے تناظر میں ہمارا ایک کردار اور ذمہ داری یہ بھی بنتی ہے کہ ہم ایسے معتدل رویے کے ساتھ دنیا میں دوسرے انسانوں کے بارے میں سوچیں اور بات چیت کریں، انتہا پسندی منفی معنوں میں ہو یا مثبت انداز میں ہو، دونوں انتہائیں ایک عقل مند انسان کو معاشرے میں رواداری کی طرف کبھی بھی نہیں آنے دیں گیں۔ رواداری کے قیام جس معتدل رویے کو اختیار کرنا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

"وَلَا تَعْتَدُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ"[xxxvi]

ترجمہ: "اور زیادتی نہ کرو، بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

مسلمان جماعت کی اولین ذمہ داریوں میں ایک معتدل زندگی گزارنا بھی ان بنیادی اور اہم تعلیمات میں شامل ہے جن کے ذریعے سے ایک انسانی سماج میں رواداری کی لازمی اور ضروری تعلیمات کو عام کیا جاتا ہے۔ مندرجہ بالا قرآنی آیت میں جس رویے کی بات کی جا رہی ہے اس میں یہی چیز بتائی جا رہی ہے کہ ایک معتدل اور میانہ روای والی زندگی ہی اصل میں رواداری کی عملی تصویر ہے۔

رواداری کی معاشرتی اقدار کے لئے معاشی وسائل کا برابر تقسیم ہونا اور اس حوالے سے ذمہ داری کو نبھانا ایک مسلمان کے لئے لازمی اور ضروری ہے، کیونکہ انسانی معاشرہ میں دولت کی تقسیم کا عمل مساوی نہ ہو اور اسی طرح وسائل اگر کسی ایک جگہ اکٹھے ہو جائیں تو اس سے معاشرے میں فساد برپا ہو جاتا ہے۔ قرآن اس حوالے سے خوب رہنمائی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ:

"كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ"[xxxvii]

ترجمہ: "تاکہ وہ تمہارے دولت مندوں میں نہ پھرتا رہے،"

خلاصہ کلام:

قرآن وحدیث اور اسلام کی جامع تعلیمات کے تناظر میں مندرجہ بالا صفحات میں رواداری کی ایک انسانی معاشرے میں ضرورت واہمیت کے ساتھ ساتھ دین اسلام میں تصور رواداری کی جامع معنی مفاہیم کو بھی اچھے انداز میں پیش کر دیا گیا ہے، اور اس چیز کو واضح کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے کہ عصر جدید کا نوجوان رواداری کے حقیقی معنوں نے بلند درجے کا شعور حاصل کر کے اپنے معاشرے کو درست کرنے کے حوالے سے اس کی کامل تعلیمات کو اپنی عملی زندگی کا حصہ بنائے۔ سابقہ تمام بات چیت میں اس بات کی طرف تفصیلی تحقیق پیش کی گئی ہے کہ جس طرح انسانی فطرت میں ظلم وبرائی سے نفرت رکھی گئی ہے ایسے ہی انسانی سماج میں انسان کو اس کی فطرت پر رکھنے کے لئے رواداری جیسی معجزانہ تعلیمات بھی ہیں جو ایک انسان کو برابری اور عدل ومساوات کے دائرے میں رکھ کر سب انسانوں کے ساتھ رہنے کا ہنر سکھاتی ہیں۔

جب یہ بات سمجھ آگئی ہے کہ ایک انسانی معاشرے میں رواداری بہت اہمیت کی حامل ہے اپنے اندر اچھے جامعیت لیے ہوئے ہے، ایسے ہی تاریخ طور پر بھی اس بات پر مکمل تعلیم مل رہی ہے کہ یہ رواداری ایک انسانی سماج میں اس خون کی طرح لازمی اور ضروری ہے جس طرح ایک انسانی جسم میں خون کی حیثیت ہے۔ ہمیں یہ بات بھی یادر کھنی چاہیئے کہ صرف انسانی معاشرے میں رواداری کی معاشرتی اقدار کو عام کرنے سے کام نہیں چلے گا بلکہ ان تعلیمات کی روشنی میں اس انسانی معاشرے میں بسنے والی انسانیت کا کیا کردار بنتا ہے اور اس حوالے سے بنیادی اور اولین ذمہ داریاں کیا کیا بنتی ہیں، ان کا ہونا بھی لازمی اور ضروری ہے۔ گزشتہ اوراق میں میں نے اس بات پر بھی تحقیقی طور پر روشنی ڈالی ہے کہ رواداری کی تعلیمات کی روشنی میں ہمارا کیا کردار بنتا ہے اور اس حوالے سے بنیادی ذمہ داریاں کیا کیا بنتی ہیں کہ آج اس پر ایک انسانی سماج میں بسنے والے لوگ عمل کر کے اپنی معاشرتی اقدار کو رواداری کی اعلیٰ تعلیمات کے تابع بنا کر ایسا جنت نما معاشرہ تشکیل دیں کہ اس میں بسنے والے سب لوگ مادی وروحانی ہر حوالے سے ترقی کریں۔

مصادر مراجع:

- قرآن حکیم۔
- کتب حدیث۔
- لسان العرب، ابن منظور، محمد بن مکرم، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1408ھ۔
- ابن ہشام، سیرۃ النبویہ، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان۔
- عبدالمجید خواجہ، جامع اللغات، نئی دہلی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، 1987ء
- اشرفی، طاہر محمود، حافظ، رواداری، سیرت طیبہ کی روشنی میں، عمر پبلیکیشنز، لاہور، 2000ء۔
- تفسیر القرآن العظیم، ابن کثیر، اسماعیل بن کثیر، دار الطیبۃ للنشر والتوزیع، 1420ھ۔
- عبدالرحمان، سید صباح الدین، اسلام میں مذہبی رواداری، دار المصنفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، یوپی، 2009ء۔
- سیوہاروی، مولانا حفظ الرحمان، اخلاق اور فلسفہ اخلاق، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور، 1976ء۔
- ڈاکٹر وہبہ زحیلی، التفسیر المنیر، دمشق، دار المطبوعہ، 1999ء

ISSN-2709-3905
PISSN2709-3891

- امینی، محمد تقی، مولانا، احکام شرعیہ میں حالات وزمانہ کی رعائیت۔ الفیصل ناشران وتاجرانکتب، لاہور۔
- محمد عامر بن محمد طاسین، ادیان ثلاثہ میں مذہبی رواداری کا تقابلی مطالعہ، پی ایچ ڈی مقالہ، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ کراچی، 2004ء۔
- ندوی، رئیس احمد جعفری، مولانا، اسلام میں رواداری، حاجی حنیف اینڈ سنز، لاہور، 2017ء۔
- چوہدری، غلام احمد حاجی، امن عالم سیرت طیبہ کی روشنی میں، اقبال پبلیشنگ کمپنی، کینٹ، لاہور، 1999ء۔
- القرضاوی، ڈاکٹر محمد یوسف، اسلام کا نظریہ اعتدال اور اس کے اہم عناصر، مترجم: الیاس نعمانی، ایفا پبلیکیشنز، لاہور، 2014ء۔
- ڈاکٹر لیسین مظہر صدیقی، عہد نبوی کا تمدن، لاہور، دار الندوہ، 2011ء
- القاموس المحیط، محمد بن یعقوب فیروز آبادی، دار الفکر بیروت، 1415ھ۔

حوالہ جات:

---

[i] الافریقی، ابن منظور، لسان العرب، (قم، ایران: مطبع نشرادب الحوزة، 1985ء)، ج:12، ص:125

[ii] عبدالمجید خواجہؒ 1885ء میں بھارت کی مشہور ریاست اترپردیس کے ضلع علی گڑھ میں پیدا ہوئے، آپ ایک آزاد خیال، مرد مجاہد مومن تھے، انگریزی اور اردو لغات پر بہت زیادی عبور حاصل تھا۔ آپ ایک ماہر مشہور انڈین وکیل بھی تھے۔ ماہر تعلیم، معاشرتی مصلح اور آزادی کے مجاہد تھے۔ آپ گاندھی کے نظریہ عدم تشدد کو بھی مانتے تھے۔ قرآن، اردو، عربی، فارسی اور انگریزی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ محمد یونس ندوی، عربی علوم وفنون کے ممتاز علماء، ص:165

[iii] خواجہ، عبدالمجید، جامع اللغات، (نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، 1987ء)، ص:323

[iv] بنی اسرائیل 17:82

[v] مولانا سید رئیس احمد جعفریؒ پاکستانی نامور صحافی اور اردو دان تھے اقبالیات، ناول نگار اور لغت کے اعتبار سے مانے ہوئے کئی کتابوں کے مصنف تھے، آپؒ 1914ء میں اترپردیش میں پیدا ہوئے اور 1968ء میں کراچی میں ان کی وفات ہوئی۔ دالعلوم ندوۃ العلماء، جامعہ ملیہ اسلامیہ سے فاضل تھے۔ اسلام میں روادی ان کی ایک بہترین کتابی شکل میں تحریر ہے جس نے اسلام کی عالم گیر تعلیمات کو وقت کے تقاضے کے مطابق اجاگر کیا۔ محمد یونس ندوی، عربی علوم وفنون کے ممتاز علماء، ص:163

[vi] جعفری، رئیس احمد، سید، اسلام اور رواداری، (ادارہ ثقافت، اسلامی، لاہور، 1955ء)، ص:55

[vii] ڈاکٹر وہبہ زحیلی ایک مشہور عرب عالم ربانی تھے، تحریر، تصنیف اور تالیف میں اپنا ایک نام رکھتے تھے، آپ دمشق یونیورسٹی میں شعبہ قانون کے رئیس بھی تھے، آپ کو بچپن سے ہی کثرت مطالعہ کا شوق تھا، آپ قانون، اور فقہ شافعی کے ماہر مانے جاتے تھے۔ آپ 2015ء میں دمشق میں ہی فوت ہوئے۔ محمد یونس ندوی، عربی علوم وفنون کے ممتاز علماء، جدید ایڈیشن، ص:425

[viii] علامہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی کی وہ کتاب جو بیسوی صدی عیسوی کے آخر میں قرآن پاک کی تفسیر پر بہترین تفسیر ہے۔ یہ 16 جلدوں پر مشتمل ایک جاندار تفسیر قرآن عظیم ہے۔ جس میں انہوں نے فلسفہ سماجیات پر عربی میں تحقیقی کام کیا، جس میں رواداری سے متعلق تفصیلی گفتگو کی ہے آپؒ نے۔ (تفسیر کے مقدمہ سے ماخوذ)

[ix] الدکتور، زحیلی، وہبہ، تفسیر المنیر (دمشق: مطبوعہ، دار الشکر، 1999ء)، ج:3، ص:25-21

[x] الکھف 18:29

[xi] مولانا سید سلیمان ندوی لکھنؤ میں 1884ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ کو شروع سے ہی تحریریں لکھنے کا بہت شوق تھا۔ آپؒ سیرت کے حوالے سے ایک ایسے لکھاری گزرے ہیں کہ جنھوں نے سیرت نگاری کے نئے نئے زاویے ہندوستان میں متعارف کروائے۔ 1940ء میں جامعہ علی گڑھ نے آپ کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری عطا کی۔ آپؒ نے اپنے شفیق استاد کے کہنے پر ایک ادارہ کھولا جس کو 'دار المصنفین' کا نام دیا۔ اور وہاں سے ماہنامہ 'معارف' جاری کیا، آپ 1953ء کو کراچی میں فوت ہوئے۔ محمد یونس ندوی، عربی علوم وفنون کے ممتاز علماء، جدید ایڈیشن، ص:402

[xii] ندوی، سلیمان، سید، اسلام کا نظام دعوت وتبلیغ، (اسلام آباد: الدعوۃ اکیڈمی، 1999ء)، ص:136

[xiii] البقرۃ256:2

[xiv] النحل125:16

[xv] الانعام108:6

[xvi] آل عمران103:3

[xvii] المائدہ8:5

[xviii] الاحزاب21:33

[xix] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصیح، (ریاض: دارالسلام، 1991ء)، کتاب التیمم، باب فضائل التیمم، ح:335، ج:1، ص:321

[xx] أبو داود، سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي السِّجِسْتاني، سنن أبي داود، (مصر: دارالرسالة العالمية، 2009 ء)، باب النصيحة، کتاب الدین النصیحۃ، ح: 4944، ج2، ص369

[xxi] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصیح، کتاب الایمان، باب المعاصی، من امر الجاھلیۃ، ح:112، ج:1، ص:296

[xxii] احادیث کی وہ مشہور چھ کتابیں جن پر امت کے تمام علماء متفق ہیں کہ ان میں موجود تمام تر روایات صحیح اور راویوں کے اعتبار سے مضبوط ہیں

[xxiii] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصیح، کتاب الحج، باب الخطبۃ ایام منیٰ، ح:1743، ج:3، ص:273

[xxiv] اصل اس کتاب کا آغاز سید سلمان ندویؒ نے کیا تھا، کسی وجہ سے یہ مکمل نہ ہو سکی، اس کے بعد علامہ شبلی نعمانیؒ نے اس کو بڑے اچھے اور منظم انداز میں مکمل کیا۔ یہ کتاب مدارس میں بطور مصدر و مراجع کے بڑی اہمیت کے ساتھ پڑھائی جاتی ہے۔ محمد یونس ندوی، عربی علوم وفنون کے ممتاز علماء، جدید ایڈیشن، ص:418

[xxv] نعمانی، شبلی، علامہ، سیرت النبی ﷺ، (لاہور: ادارہ اسلامیات، 2002ء)، ج:3، ص:269

[xxvi] پروفیسر ڈاکٹر خالد علوی صاحب جامعہ پنجاب میں 1960 کی دہائی میں مایہ ناز پروفیسر تھے، ان کی تاریخ پیدائش وغیرہ میسر نہیں ہو سکیں، البتہ اتنا ضرور ہے کہ انہوں نے اسلامی تہذیب و تمدن اور دینی معاشرت پر بہت کچھ لکھا، اور اس بات کی اہمیت کو واضح کیا ہے کہ انسانی معاشرے میں ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر ہی رہنا ترقی کا باعث بنتا ہے "اسلام کا معاشرتی نظام" ان کی بہت ہی مشہور کتاب ہے۔ ڈاکٹر خالد علویؒ، اسلام کا معاشرتی نظام، (لاہور: الفیصل ناشران، 1999ء)، ص:13

[xxvii] علوی، ڈاکٹر، خالد، اسلام کا معاشرتی نظام، (لاہور: الفیصل ناشران، 1999ء)، ص:273

[xxviii] ڈاکٹر یوسف عبداللہ القرضاویؒ ایک مصری عالم دین تھے جنھوں نے اپنی زبان اور قلم سے ایک صدی تک مسلمانوں کو مستفید کیا۔ آپؒ حافظ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ جامعہ ازہر کے بھی فاضل تھے۔ قرضاویؒ صاحب ایک ماہر قلم دان ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سرگرم معاشرتی وسیاسی لیڈر اور مدبر بھی تھے۔ آپ نے پچاسیوں کتابیں لکیں اور سینکڑوں کی تعداد میں آپ کے لیکچرز ملتے ہیں۔ محمد یونس ندوی، عربی علوم وفنون کے ممتاز علماء، جدید ایڈیشن، ص:296

[xxix] القرضاوی، یوسف، ڈاکٹر، اسلام کا نظریہ اعتدال اور اس کے اہم عناصر، (مترجم: الیاس نعمانی)، (دہلی: ایفا پبلی کیشنز، جامعہ نگر، 2014ء)، ص:23

[xxx] الحدید25:57

[xxxi] اس کتاب میں ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی صاحب نے عہد نبوی ﷺ کے تمدنی خدوخال کا خوب ذکر کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اس کتاب میں انسانوں کے تمدن کی تاریخ کو بھی ذکر کیا ہے اور اس بات کی وضاحت کی ہے کہ ہر دور کے تمدن کی خدوخال کیا رہیں ہیں، اسی تناظر میں عدل وانصاف کا ہر تمدن میں ہونا لازمی دکھایا گیا ہے جس کی طرف قرآن پاک کی مذکروہ آیت کا حوالہ بھی دیا گیا ہے

[xxxii] صدیقی، پروفیسر، ڈاکٹر، محمد یٰسین، عہد نبوی کا تمدن، (لاہور: دارلندوہ، 2011ء)، ص:69

[xxxiii] طٰہٰ94:20

[xxxiv] النجم39:53

[xxxv] الرعد11:13

[xxxvi] البقرۃ190:2